اسلام کا حیرت انگیز مالی نظام

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ / مارچ ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ
أَثِيْمٍ ﴿۲۷۷﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۹﴾
فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَإِنْ
تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾
(آیات ۲۷۷-۲۸۰)

اور پھر فرمایا:

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں دو قسم کے مالی نظاموں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ ایک تو اسلامی مالی نظام ہے دوسرا سودی مالی نظام ہے جس کا آج دنیا کی اکثریت پر قبضہ ہے۔

اس سودی مالی نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ روپے میں گویا براہ راست بذات خود نشو ونما کی طاقت پائی جاتی ہے اس لئے روپیہ دینے والا یہ توقع رکھتا ہے کہ لازماً اس روپے پر اسے سالانہ کچھ رقم ملنی شروع ہو جائے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا روپیہ بڑھ رہا ہے اور سود پر روپیہ لینے والا اس بات

سے بے نیاز ہوتا ہے کہ اسے اس روپے کے استعمال کے نتیجہ میں کیا فائدہ پہنچا ہے۔ اگر فائدہ اتنا زیادہ ہو جائے کہ سو فیصد یا اس سے بھی بڑھ جائے تب بھی وہ ایک معین رقم سے زیادہ روپیہ دینے والے کو روپیہ دینے کا پابند نہیں ہوتا اور اگر اس کو نقصان پہنچ جائے تو خواہ وہ اصل سرمایہ میں سے واپس کرنے پر مجبور ہو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے چونکہ نقصان پہنچا ہے اس لئے میں اب تمہاری رقم پر کچھ زائد دینے کا پابند نہیں ہوں وہ لازماً پابند رہتا ہے۔ یہ خلاصہ ہے سودی نظام کا اور دنیا کی بھاری اکثریت اس وقت اسی نظام کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔

اس کے برعکس اسلام کا مالی نظام مقابلۃً ایک بالکل ہی الگ تصور پیش کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا حیرت انگیز مالی نظام ہے کہ آج کا مالیاتی مفکر اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ اسلام کا مالی نظام یہ کہتا ہے کہ روپے میں بذات خود بڑھنے کی طاقت موجود نہیں بلکہ جب یہ انسانی صلاحیتوں کے ساتھ ملتا ہے تو صلاحیتوں کے ساتھ ضرب کھانے کے بعد اس کا نتیجہ منفی بھی ہو سکتا ہے اور مثبت بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کسی احمق یا بددیانت آدمی کے ہاتھ میں تمہارا روپیہ جاتا ہے تو وہ روپیہ کم بھی ہو سکتا ہے اور اگر کسی سمجھدار اور دیانتدار آدمی کے ہاتھ میں تمہارا روپیہ جاتا ہے تو وہ بڑھ بھی سکتا ہے اس لئے روپیہ انسانی صلاحیتوں کے استعمال کے اظہار کا محض ایک ذریعہ ہے تاہم صلاحیتوں کے ساتھ مل کر اس کا نتیجہ نکلے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر سود لینے والے یعنی سود خوروں کو فرمایا کہ کیا تمہارے روپے بچے دیتے ہیں؟ مراد اسی فلسفے کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ روپیہ محض ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے نتیجہ میں انسانی صلاحیتیں اگر چمکدار اور ترقی یافتہ ہیں تو وہ اس روپے کو بڑھا دیں گی اور اگر وہ صلاحیتیں خوابیدہ ہیں یا ان میں بعض اور نقائص پائے جاتے ہیں تو اس روپے کو کم بھی کر سکتی ہیں اور یہی امر واقعہ ہے جس کو ظاہری طور پر اس وقت ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں۔

بعض بڑے بڑے امیر تاجروں کے بچے بہت سی دولتوں میں پیدا ہوتے ہیں لیکن جان وہ اس حال میں دے رہے ہوتے ہیں کہ اپنے ماں باپ کی ساری کمائی کو وہ اپنے ہاتھوں ضائع کر چکے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس بہت ہی غریب گھروں میں آنکھیں کھولنے والے بچے جن کے پاس کوئی جائیداد نہیں ہوتی کوئی سرمایہ نہیں ہوتا وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پہلے تھوڑا سا سرمایہ پیدا کرتے ہیں اور پھر اس سرمائے کو بڑھا کر بہت بڑے بڑے خزانے اکٹھے کر لیتے ہیں۔ اسلام

صرف فطرت کے اس واقعی اظہار کو قبول کرتا ہے اور کسی فرضی مالی نظام کے تصور کو تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن صرف اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ ایک اور قدم آگے بڑھ کر یہ کہتا ہے کہ اپنے روپے کو نہ صرف قرضہ حسنہ کے طور پر دو بلکہ اس طرح دو کہ بظاہر تمہیں اس سے کچھ بھی نفع نہیں ملے گا اور خدا کی راہ میں کثرت سے خرچ کرو اور اسی کا نام زکوۃ ہے۔ اگر تم خدا کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ نہیں کرو گے تو تمہارے ساتھ ایک بالکل مختلف سلوک کیا جائے گا۔ تمہارا مال بڑھنے کی بجائے کم ہوگا یعنی مال میں بذات خود بڑھنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے اگر تم اس کا حکیمانہ استعمال نہیں کرو گے یا اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے تو یہ تمہارا روپیہ اسلامی قانون کے تابع کم ہونا شروع ہو جائے گا۔ یہ ہے اسلامی نظام کا مدِّ مقابل کا تصور۔

اب یہ حیرت انگیز بات ہے کہ بظاہر اسلام مسلمانوں کے روپے کے متعلق ایسی تعلیم دیتا ہے جس کے ذریعے روپے کو اجاڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ دنیا کا مالی نظام اس سے اتنا مختلف ہے کہ ماہرین مالیات کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آسکتی۔ وہ کہتے ہیں عجیب مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کا روپیہ بڑھانے کی بجائے کم کرنے کی ترکیبیں پیش کر رہا ہے۔ پہلے کہتا ہے کہ جب تم روپیہ دو تو تم زیادہ سے زیادہ شراکت کر سکتے ہو اور تجارتی اغراض کے لئے جس کے پاس بھی روپیہ رکھواتے ہو اگر اسے نقصان ہوا تو تمہیں پوری ذمہ داری سے اسے قبول کرنا پڑے گا۔ اگر اسے فائدہ ہوا تو برابر کے فائدے میں شریک ہو سکتے ہو لیکن لازماً تمہارا روپیہ بڑھے گا نہیں اس کے خطرات کمی کے بھی اسی طرح ہیں جس طرح انسانی زندگی کو ہر جگہ خطرات درپیش ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم قرضہ حسنہ دے سکو یعنی اس پر ایک آنہ بھی نفع نہ لو تو یہ بہت اچھی بات ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ بجائے اس کے کہ تم لوگوں کو قرض دو تم ہمیں قرض دو اور وہ قرض ایسا قرض ہوگا کہ اس دنیا میں بظاہر تمہیں اس میں سے ایک آنہ بھی لوٹایا نہیں جائے گا۔ تم یہ فیصلہ کر کے قرض دو گے کہ یہ روپیہ ہم خدا کے نام پر خدا کے بندوں کو دے رہے ہیں یا خدا کے نام پر خدا کی جماعت کو دے رہے ہیں۔ گویا جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے وہ روپیہ تمہارے ہاتھ سے اب نکل گیا۔ یہ بات تمہاری نیت میں شامل ہوگی کہ میں نے اب کبھی اس روپیہ کو دوبارہ واپس نہیں لینا۔ یہ اسلام کے مالی نظام کا

ایک اور پہلو ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے تم سب کچھ خدا کے ہاتھ پر بیچ ڈالو یعنی معمولی قرضہ حسنہ نہیں بلکہ اگر ممکن ہو سکے تو اپنے سارے اموال اور ساری زندگیاں اللہ کے ہاتھ پر بیچ ڈالو۔

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا اسلام کا یہ مالی نظام دنیا میں پنپ سکتا ہے؟ آخر وہ لوگ کس طرح زندہ رہیں گے جن کو اموال کے بدلہ میں، اموال کی قربانی کے نتیجہ میں مادی نقطہ نگاہ سے کچھ بھی ہاتھ نہیں آ رہا۔ اس حصہ پر غور کرنے سے قبل قرآن کریم کا ایک اعلان میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہ پر اس مضمون پر گفتگو فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ سود کا روپیہ کھاتے ہیں اور سودی مالی نظام میں پرورش پا رہے ہیں ان کو یہ وہم ہے کہ ان کا روپیہ بڑھ رہا ہے۔ فرماتا ہے:

فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (الروم: ۴۰)

کیونکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے (یہاں مراد نظام خداوندی ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اقتصادی نظام جاری کیا ہوا ہے اور جو لازماً غالب آئے گا اس نظام کی رو سے یہ روپیہ بڑھتا نہیں بلکہ حقیقتاً کم ہوتا ہے اور جس روپیہ کے متعلق تم یہ سمجھتے ہو کہ بظاہر کم ہو رہا ہے یعنی زکوٰۃ میں دیتے ہو اور غریبوں کی خدمت میں دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر چندہ بھی دیتے ہو، فرماتا ہے وہ اللہ کے نزدیک بڑھ رہا ہے۔

پس معلوم یہ ہوا کہ کسی ایسی باشعور اور گہری نظر رکھنے والی ہستی کا یہ نظام ہے جو جانتا ہے کہ بظاہر یہ اعتراض پیدا ہونگے، لوگ یہ سمجھیں گے اور دنیا کے بیوقوف یہ دعویٰ کریں گے کہ یہ مالی نظام تو دنیا میں پنپ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہی پنپے گا اور تمہارا نہیں پنپے گا۔ اور پھر فرماتا ہے اگر تم سودی کاروبار سے باز نہیں آؤ گے تو فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پھر تم خدا اور اس کے نظام سے اور اس کے رسول کے نظام سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر تمہارے مقدر میں جنگ لکھی جائے گی اور تم اس جنگ سے بچ نہیں سکتے۔ اسلام کا یہ حیرت انگیز دعویٰ ہے جو دنیا کے اقتصادی نظریات کو بالکل رد کر کے پھینک دیتا ہے اور اس کے بالمقابل ایک ایسا نظریہ پیش کرتا ہے جس کی بظاہر سمجھ نہیں آتی کہ اسلام کس قسم کا نظام چلانا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں فی الحال چند امور کی طرف

میں احباب جماعت کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

موجودہ دور میں یہ مضمون بڑا وسیع اور بہت اہم ہے۔ آج اسلام کو جن خطرات کا سامنا ہے اور جو بڑے بڑے چیلنج درپیش ہیں ان میں بہت ہی اہم اور بنیادی چیلنج اقتصادی چیلنج ہے۔ سب سے بڑے خطرات جو اسلام کو درپیش ہیں بلکہ ساری دنیا کو درپیش ہیں وہ صحیح مالی نظام کے جاری نہ ہونے کے خطرات ہیں۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اس مالی نظام کو صحت کے ساتھ جاری نہ کیا گیا جو خدا تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے تو یہ امر خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسولؐ تو بظاہر دنیا سے رخصت ہو چکا ہے تو پھر خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے سے کیا مراد ہے؟ مراد یہ ہے کہ نظام خداوندی اور وہ نظام جو اسوۂ نبویؐ کے نتیجہ میں ہمارے سامنے آیا ہے اس نظام سے جب ٹکرلو گے تو تمہیں ایک جنگ کا سامنا کرنا ہوگا۔ یہ مراد قطعاً نہیں ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ سودی نظام والے نظریات کے حامل لوگوں کی لڑائی ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ یہ قانون ہے جس سے ٹکرانے کے نتیجہ میں تم لازماً جنگوں میں مبتلا کئے جاؤ گے اور ہلاکتیں تمہارا انجام ہوں گی اور وہ ہلاکتیں جنگوں کے ذریعہ پیش آئیں گی۔

یہ ہے اصل اعلان جو اس آیت میں کیا گیا ہے لیکن وہاں تک پہنچنے سے پہلے میں مختصراً صرف چند اشارے اس موقع پر اس بات کے کرنا چاہتا ہوں کہ سودی نظام کے مقابل پر اسلامی نظام کے کیا نکات ہیں۔ جماعت احمدیہ کو جب تک اس کی سمجھ نہ آئے اس وقت تک وہ ان سے استفادہ نہیں کرسکتی اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ سارے مضمون کو تو اس وقت یہاں بیان نہیں کیا جاسکتا لیکن مختصراً چند نکات آپ کے سامنے رکھے جائیں تاکہ آپ کو پتہ لگ جائے کہ اسلام کس قسم کی تجارتوں کو فروغ دیتا ہے اور کس قسم کے روپے کے استعمال کی اجازت دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی کس طرح تحریص دلاتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے اور یہ حتمی وعدہ کرتا ہے کہ اس طریق پر چلنے کے نتیجہ میں تمہارے روپے میں برکت پڑے گی اور وہ ضائع نہیں ہوگا۔

اس مضمون کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ تو مالی قربانی سے تعلق رکھتا ہے جو بار بار جماعت کے سامنے آتا رہتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں اگر تم قربانی کرو گے، کچھ پیش کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرے گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر

پیش کرتے ہیں وہ اس نیت سے تو پیش نہیں کرتے کہ انہیں واپس ملیں گے لیکن جس کے حضور وہ پیش کرتے ہیں یہ اس کا اپنا معاملہ ہے کہ وہ لازماً واپس کرتا ہے اور بہت بڑھا کر واپس کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے اسی دنیا میں ان کا روپیہ اس طرح بڑھ جائے جس طرح ایک دانہ سے سینکڑوں دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیج کے طور پر ایک دانہ جو زمین میں ڈالا جاتا ہے اگر وہ ایک ایسی اچھی زمین میں پڑا ہو جس میں نشوونما کی بہت طاقت ہو تو اس دانہ سے سات بالیاں یعنی شاخیں پھوٹیں اور ہر شاخ کو سو دانے لگیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ بعد کی دنیا کا سوال نہیں بلکہ خدا تعالیٰ اسی دنیا میں سات سو گنا تک بھی بڑھا سکتا ہے۔ بعد کی دنیا میں تو ان گنت ترقی ہے، اس کی تو کوئی نسبت ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (البقرہ: ۲۶۲) تم یہ نہ سمجھو کہ تمہارا روپیہ صرف سات سو گنا تک بڑھنے کی طاقت رکھتا ہے جس زمین میں تم نے یہ بیج ڈالا ہے اس کی نشوونما کی طاقتیں لامتناہی ہیں۔ فرماتا ہے یہ تو تمہیں سمجھانے کی خاطر ہم بتا رہے ہیں۔ دنیا میں تم روزانہ یہ دیکھتے ہو کہ تم گندم کا بیج زمین میں پھینکتے ہو اور بظاہر اسے پھینک کر اپنے گھر خالی ہاتھ واپس آجاتے ہو لیکن قانون قدرت اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کو نشوونما دیتا اور اس میں برکت ڈالتا ہے، اس میں سے شاخیں پھوٹتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں بدل جاتی ہیں یہاں تک کہ بالآخر ایک دانہ کو سات سو گنا زیادہ پھل لگ سکتا ہے۔

جس وقت آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت تو دنیا نے کبھی ایسا کوئی نظارہ نہیں دیکھا تھا کیونکہ ایک دانہ کا سات سو دانوں میں تبدیل ہونا یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ابھی تک پوری طرح سامنے نہیں آیا۔ اگر چہ انسان زراعت میں بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے لیکن ابھی تک یہ نہیں ہو سکا کہ گندم کا ایک من بیج کھیت میں ڈالا جائے اور سات سو من گندم اس سے نکل آئے لیکن یہ ضرور ہم دیکھ رہے ہیں کہ قانون قدرت کے مطابق اشیاء میں نشوونما کی جو صلاحیتیں موجود ہیں ان کے متعلق انسان دن بدن پہلے سے زیادہ علم پا رہا ہے۔ دن بدن بعض چیزوں کے بیج میں بڑھنے کی زیادہ طاقتیں ہمارے علم میں آرہی ہیں اور انسان کو ان سے استفادہ کی قدرت حاصل ہو رہی ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک میں کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ فی ایکڑ چند سیر مکئی کا بیج ڈال کر ایک سو بیس من اوسط پیداوار لی جاسکتی ہے لیکن امریکہ میں ایسے علاقے میں نے دیکھے ہیں جہاں لکھو کھہا

ایکڑ پر مکئی کی کاشت کی گئی اور ان کی اوسط پیداوار ایک سو بیس من فی ایکڑ کے حساب سے بنی۔ یہاں تو ایک کھیت میں بھی اگر پورا زور لگائیں تب بھی ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے لیکن امریکہ میں جن علاقوں میں مکئی کاشت کی جارہی ہے وہاں نسبت ایک اور سات سو کے قریب قریب پہنچ رہی ہے۔ اسی طرح گندم کی کاشت کے سلسلہ میں بھی نئی نئی ایجادات ہورہی ہیں اور ہرگز بعید نہیں کہ بہت جلد ہر قسم کے بیج کا ہر دانہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی قدرتوں کے نتیجہ میں بالآخر سات سو گنا زیادہ پھل دینا شروع کردے۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں تو اس کا کوئی تصور ہی موجود نہیں تھا بلکہ انسان کی سوچ اس کے قریب ترین بھی نہیں پھٹکی تھی۔ اس وقت قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا اور اس میں ایک پیشگوئی بھی ہے کہ مستقبل میں انسان ایک دانہ سے سات سو دانے اگانے پر دسترس حاصل کرلے گا اور جب اسے اس پر قدرت دی جائے گی تب اس کی توجہ ہم اس بات کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ وہ خدا جو دنیا میں تم سے یہ معاملہ کررہا ہے تو پھر کیوں یہ یقین نہیں کرتے کہ جب تم اس کی خاطر اس کے سپرد اپنا روپیہ کرو گے تو وہ اسے کئی گنا زیادہ بڑھانے کی طاقت رکھتا ہے۔

پس یہ وہ مضمون ہے جو خدا تعالیٰ ان آیات میں بیان فرما رہا ہے۔ دنیا کا جو ظاہری اقتصادی نظام ہے اس کے قوانین میں سے کوئی بھی قانون اسلامی اقتصادی نظام میں کام نہیں کررہا۔ ہاں قانون قدرت کی طرف ضرور توجہ دلائی ہے اور وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ بے حد فضلوں والا ہے اور بے حد کرم کرنے والا ہے۔ ہر انسان کا خدا کی ذات سے معاملہ ہے۔ مومن کیا اور کافر کیا ہر ایک خدا کے فضلوں پر ہی پنپ رہا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے قوانین میں یہ طاقت نہ ہو کہ ایک چیز بڑھ کر سینکڑوں گنا ہو جائے تو انسانی زندگی تو کیا حیوانی زندگی بھی اس دنیا سے ناپید ہو جائے۔ یہ ایک قانون قدرت ہے جس میں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاموشی سے کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ہم اسے بغور دیکھتے ہی نہیں محسوس ہی نہیں کرتے۔ ہر دفعہ جب زمیندار جھولی میں بھر کر کھیتوں میں دانے پھینکتا ہوا پھر رہا ہوتا ہے تو وہ اکثر یہ نہیں سوچتا کہ میں یہ کیا حرکت کررہا ہوں، اپنے ہاتھوں مٹی میں دانے رول رہا ہوں اس لئے کہ غیر شعوری طور پر اس کو خدا کی رحمت پر کامل یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا رحیم ہے، بار بار رحمت اور فضلوں کو لے کر آنے والا ہے اور میں جو چیز اس کے قانون قدرت کے سپرد کردوں گا وہ کم ہو کر واپس نہیں آئے گی لازماً زیادہ ہو کر واپس آئے گی اور

یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ واقعی بے انتہا فضلوں والا ہے اور اس کا قانون انسانی کوششوں کو بھی کم نہیں کرتا بلکہ ان کو بڑھا کر واپس کرتا ہے۔ پس یقین دلانے کی خاطر اور اعتماد پیدا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو پیش فرمایا کہ دیکھو! دیکھو! میں وہی تو ہوں جو مومن و کافر دونوں سے اپنے فضلوں کا معاملہ کرتا ہوں، پھر کتنے جاہل ہوں گے وہ لوگ جو مومن ہو کر مجھ پر بدظنی کرنے لگیں کہ وہ خدا جس کا فضل ساری دنیا پر عام ہے وہ اپنے خاص بندوں سے ایسا ظالمانہ سلوک کرے گا کہ وہ خدا کی خاطر قربانیاں دیں اور اس کے باوجود وہ ان کو غریب کرتا چلا جائے۔ فرمایا یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اس سے زیادہ مومن بندوں سے سلوک کیا جائے گا۔ جو خدا کے بندے ہیں ان پر دنیا کا قانون جاری نہیں ہوگا بلکہ ان سے بہت بڑھ کر معاملہ ہوگا۔ وہ خدا کی راہ میں جو قربانیاں دیں گے اور ان پر خدا کے جو فضل نازل ہوں گے ان میں آپس میں کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ غرض وہ سارا مالی نظام جس کی رو سے خدا کے نام پر خواہ جماعت کو دیا جاتا ہے خواہ غربا پر خرچ کیا جاتا ہے وہ سب اس آیت کے تابع ہے۔

اس کے دوسرے پہلو کے لحاظ سے یہ دیکھنا باقی ہے کہ عام دنیا کا جو مالی نظام ہے اس کے متعلق اسلام کیا تصور پیش کرتا ہے۔ اس بارہ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا، اسلام کہتا ہے کہ تمہارے روپے میں براہ راست بڑھنے کی طاقت نہیں اور یہ امر واقعہ ہے کہ تم روپیہ دے کر خود اس کی ذمہ داری سے آزاد ہونے کے بعد یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ روپیہ بڑھے گا۔ پھر کیا چیز سامنے آئے گی وہ میں مختصراً آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ظاہر ہے اس کے نتیجہ میں دو ہی باتیں سامنے آسکتی ہیں۔ یا تو ہر انسان اپنے سرمایہ کو کچھ نہ کچھ اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق استعمال کرنے کے بارہ میں سوچنا شروع کر دے اس نے جو بھی پس انداز کیا ہے وہ اس کے متعلق سوچے کہ میں اس کو کس طرح بہتر رنگ میں استعمال کروں ورنہ اگر میں استعمال نہیں کروں گا تو اس نے اڑھائی فیصد کم ہو جانا ہے۔ یہ منفی طور پر کام کرنے والی قوت اس شخص کو مجبور کرے گی کہ وہ لازماً اپنے روپے کو کسی ایسے مصرف میں لے کر آئے کہ وہ کم نہ ہو۔ اور چونکہ دنیا میں اکثر لوگ یہ صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے ایسا شخص مجبور ہوگا کہ وہ کسی باصلاحیت انسان کو تلاش کرے اور چونکہ کوئی قانون اس بات میں اس کی حفاظت نہیں کرے گا کہ دیا ہوا روپیہ لازماً بڑھ جائے اس لئے

دوسری شرط یہ ہوگی کہ وہ لازماً دیانتدار آدمی کو تلاش کرے گا کیونکہ اگر بددیانت کے پاس روپیہ چلا جائے اور وہ حساب کتاب میں ہی اس کے روپے کو ختم کر کے رکھ دے تو پھر تو اس بیچارے کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوسکتا، کہیں بھی اس کی پیش نہیں جاسکتی کیونکہ ہوشیار انسان جو بددیانت بھی ہو وہ تجارتی حسابات کے ہیر پھیر میں سارے روپیہ کو ضائع کیا ہوا دکھا سکتا ہے۔تو جہاں تک اسلامی مالی نظام کا تعلق ہے وہ پنپ ہی نہیں سکتا جب تک اس کے ساتھ ساتھ دیانتداری بھی پنپ نہ رہی ہو اور دیانتداری اگر ساتھ پنپے تو اس کی قیمت اسلامی نظام میں پڑتی ہے دوسرے مالی نظام میں نہیں پڑتی۔ یہاں شرط یہ ہوگی کہ دیانتدار آدمی جس کی ساکھ دنیا میں قائم ہو اس کو تلاش کیا جائے اور اس کے پاس اپنا روپیہ لگایا جائے اور پھر یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ ایسے دیانتدار کے پاس روپیہ لگایا جائے جس کے اندر صلاحیتیں بھی موجود ہوں۔ یا پھر اشتراک کیا جائے۔اگر تمہارے پاس تھوڑا سرمایہ ہے تو تم دوسروں کے ساتھ مل کر سرمائے کی ایک مشترک کمپنی بنالو اور آپس میں مل جل کر فیصلہ کر کے معاملات کو اپنے میں سے کسی قابل آدمی کے سپرد کردو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دیانتدار بھی ہو۔

یہ اس قسم کا مالی نظام ہے جو واقعتہً اس سے پہلے تاریخ میں پنپ چکا ہے۔اکثر لوگ جانتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے عظیم فقیہہ اور مدبر لوگ اپنے وقت کے بہترین تاجروں میں بھی شمار ہوتے تھے۔صرف امام ابوحنیفہؒ ہی نہیں اور بھی بہت سے مسلمان بزرگ ایسے گزرے ہیں جن کو قرآنی مالی نظام نے کچھ اس طرح فائدہ پہنچایا کہ ان کی دیانت اور ذہنی صلاحیتوں کی قیمت ڈال دی۔نتیجۃً لوگ بکثرت ان کے پاس اپنا روپیہ لے کر آیا کرتے تھے اور ان کے سپرد کر کے چلے جاتے تھے۔وہ کہتے تھے ہمیں تم پر کامل اعتماد ہے اگر نقصان ہوا تو تم نقصان دکھاؤ گے اور اگر نفع ہوا تو نفع دکھاؤ گے اس لئے ہم اس کاروبار میں شریک ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ ایسے اموال کے استعمال کے مواقع نہیں ملتے تھے تو رد کردیا کرتے تھے۔تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ لوگ اپنی پوٹلیاں نام لکھ کر پھینک کر چلے جایا کرتے تھے اور ان کو کامل یقین ہوتا تھا کہ یہ روپیہ بڑھے گا۔لیکن یہ یقین صرف دیانت دار سوسائٹی میں پنپ سکتا ہے اور دیانتدار سوسائٹی کے بغیر اسلامی نظام چل ہی نہیں سکتا۔اگر ساری دنیا کی طاقتیں مل کر یہ کوشش کریں کہ غیر اسلامی معاشرہ میں اسلامی نظام معیشت چلا کر دکھاویں تو یہ سعی لاحاصل ہے۔اسلام اس نظام کو چلانے سے پہلے وہ زمین تیار کرتا ہے جو زرخیز

ہے اور ایک دانہ کو سات سو گنا بڑھا سکتی ہے۔ زمین تو ہو تھور والی اور کلر والی اور بددیانتی کے کیڑوں کی ماری ہوئی اور آپ وہاں اسلامی اقتصادی نظام ٹھونسنے کی کوشش کریں اور دانے پھینک کر گھر واپس آجائیں تو دانے ہی جل جائیں گے۔ آپ کو کچھ بھی واپس نہیں ملے گا۔

پس اسلام کے اقتصادی نظام کا ایک اور عظیم الشان پہلو یہ ہے کہ اسلامی نظام دیانتداری کو پہلے پیدا کرتا ہے اور پھر اس مالی نظام کو جاری کرتا ہے اور اس بات کی ضمانت کیا ہے کہ دیانتداری موجود ہے۔ اس بات کی ضمانت یہ ہے کہ روپے کی محبت پہلے کم کر دیتا ہے پہلے فرماتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرو اور جہاں تک ہو سکتا ہے قرضے دو۔ وہ جماعت جو اپنے روپے کو اس طرح پھینکنے کی عادی ہو جائے کہ گویا روپے کی ہلاکت کو قبول کر رہی ہو۔ غریب ہو امیر ہو جو کچھ اس کا پس انداز ہے اس کے متعلق خدا تعالیٰ یہ فرمائے کہ مجھے قرض دے دو میں تمہیں واپس کروں گا اور ہو سکتا ہے تمہارا یہ روپیہ مرنے کے بعد واپس ہو۔ تو ظاہر ہے ایسا سودا دنیا کی کوئی ہوش مند قوم نہیں کر سکتی لیکن وہ مومن بندے جو خدا کے فضل دیکھ چکے ہوتے ہیں اور اس کے فضلوں کے گواہ بن چکے ہوتے ہیں اور روزمرہ کے معاملات میں خدا کے فضلوں کے مورد بن چکے ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ درست ہے۔ چنانچہ ان کو یہ عادت پڑ چکی ہوتی ہے کہ وہ اپنے روپے کو بظاہر منافع اور اس کی واپسی کی توقع کے بغیر خدا کے سپرد کرتے چلے جاتے ہیں اور شکریہ تک قبول نہیں کرتے۔ غریب لوگ جن کے اوپر وہ خرچ کرتے ہیں وہ جب ان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۱۰﴾ (الدھر: ۱۰) ہم تو اللہ کے چہرے کی خاطر ایسا کر رہے ہیں۔ یہ شکریہ ادا کر کے تم ہماری نیکی کو کیوں بدمزہ کر رہے ہو۔ تم ہمیں ان لذتوں میں کھوئے رہنے دو جو ہمیں اپنے رب کی رضا کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے اس لئے ہمارا شکریہ تک بھی ادا نہ کرو۔

پس خدا کے بندوں کے یہ مزاج ہوتے ہیں۔ جب ایسے بندے پیدا ہو جاتے ہیں تو ان کے متعلق یہ وہم کرنا ہی دنیا کی بہت بڑی حماقت ہوگی کہ وہ لین دین کے معاملہ میں بددیانتی کریں گے۔ جو شخص احسان کے مقام پر کھڑا ہو وہ لازماً احسان کرتا ہے اس لئے وہ جو پہلا مالی نظام یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا نظام ہے وہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ یہ لوگ خدا کی خاطر انصاف اور تقویٰ پر قائم ہوں گے اور مال کی محبت اس حد تک کم ہو چکی ہوگی کہ خدا کی رضا کو چھوڑ کر مال نہیں

کمائیں گے کیونکہ خدا کی رضا کی خاطر وہ اس وقت بھی اپنا مال چھوڑ بیٹھے تھے جبکہ کوئی جبر نہیں تھا۔

غرض جو قوم خدا کی رضا کی خاطر مال چھوڑ رہی ہو اس کے متعلق یہ توقع رکھنا غلطی ہے کہ وہ خدا کی رضا پر مال کو ترجیح دے گی اس لئے واقعةً اگر کسی قوم میں یہ صفت پیدا ہو جائے کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر مال چھوڑ سکتی ہے، دکھاوے کی خاطر نہیں بلکہ اللہ کی رضا کی خاطر، دنیا کے فوائد کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کی خاطر، اس قوم کی دیانتداری کی قرآن کریم ضمانت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ ایسی قوم میں یہ نظام پنپے گا جسے اسلامی مالی نظام کہتے ہیں۔ ایسے میں جتنا زیادہ سمجھدار اور جتنا زیادہ ذہین اور جتنا زیادہ دیانتدار انسان ابھر کر دنیا کے سامنے آتا چلا جائے گا اتنا ہی زیادہ روپیہ اس کی طرف پھینکا جائے گا۔ گویا دیانت داری روپے کے ارتکاز کا ذریعہ بن جائے گی اور پھر اس کی تجارت میں اور اس کی صلاحیتوں میں باقی قوم بھی شریک ہو جائے گی۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلامی مالی نظام کو کنجوسی اور نفسانیت اور خودغرضیوں سے بچایا گیا ہے جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ سودی مالی نظام کا انحصار کلیتہً خودغرضی پر ہے۔ دینے والا بھی خودغرضی کے ساتھ دیتا ہے اور ایک آنہ بھی ہرگز چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ لینے والا ایک اور چالاکی میں بیٹھا ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے اس بے وقوف کو پتہ نہیں کہ جس جگہ یا جس ملک اور جس دور میں ۱۳ فیصدی سود مل رہا ہے وہاں تجارت میں ۵۰ فیصدی تک بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔ ۲۰۔۲۵ فیصدی تو ایک عام بات ہے اس لئے بظاہر سود لے کر یہ فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن جب میں تجارت میں سودی روپیہ لگاؤں گا تو مجھے اس سے بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا اس لئے میری صلاحیتوں میں یہ شریک نہیں ہے میں اس کی کمائی میں شریک ہو رہا ہوں۔

پس دونوں جگہ خودغرضی کی مار پہ لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ مالی نظام پھر ایسے بددیانت لوگوں کے قبضہ میں چلا جاتا ہے کہ جو لوگ اپنا روپیہ دے رہے ہوتے ہیں حقیقت میں ان کا روپیہ بڑھ نہیں رہا ہوتا کیونکہ جس نسبت سے سودی سرمایہ بڑھتا ہے اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ Inflation انفلیشن یعنی افراط زر ہو کر روپے کی قیمت کم ہو رہی ہوتی ہے۔ ہر سال دیکھنے میں آتا ہے کہ روپے کی قیمت گرتی چلی جا رہی ہے۔ پچھلے سال روپے کی جو قیمت تھی آج اس سے ۱۵ یا ۲۰ فیصدی کم ہو چکی ہے۔ اگر آپ نے بینک میں روپیہ رکھوایا ہوا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ ۱۱ فیصدی بڑھ

جائے گا لیکن افراط زر کے ذریعہ قیمت میں کمی کی شرح اس سے زیادہ ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیوقوفو! تم سمجھ رہے ہو کہ تمہارا روپیہ بڑھ رہا ہے ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ گھٹ رہا ہے۔ پھر سودی نظام کے اندر رہتے ہوئے سودی روپے میں برکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ مالی نظام ایسے خطرناک اور ایسے ہوشیار اور کائیاں لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے جو دیانت سے کلیتہً عاری ہوتے ہیں اور اتنے Callous یعنی سفاک اور بے رحم ہو چکے ہوتے ہیں کہ اس مالی نظام کے شکنجے میں قوموں کے بعد قوموں کو جکڑتے چلے جاتے ہیں اور ان کو غریب سے غریب تر بناتے چلے جاتے ہیں لیکن ان کے دل میں رحم کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ روپیہ دینے والا بھی مار کھا رہا ہوتا ہے اور لینے والا بھی مستوجب سزا بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر ایسا وقت آتا ہے کہ لینے والوں کو بھی خدا کے نظام کی طرف سے سزا ملتی ہے اور دونوں جگہ اس نظام کے نتیجہ میں لازماً بددیانتیاں بڑھتی ہیں، سفا کی اور خود غرضی بڑھتی ہے۔

اس کے برعکس اسلامی مالی نظام انسانی ذہن کو نشو ونما اور جلا دینے پر مجبور کرتا ہے ورنہ جرمانہ لگاتا ہے گویا لالچ کے نتیجہ میں اقتصادی نظام نہیں چلتا بلکہ جرمانہ کے خوف سے چلتا ہے۔

اگر یہ مالی نظام جماعت احمدیہ نے دنیا میں جاری نہ کیا تو یہ دنیا لازماً جنگوں کا شکار ہوگی کیونکہ قرآن کریم نے یہ تنبیہ کی ہے کہ اگر تم نے اس ظالمانہ سودی نظام کو ترک نہ کیا تو اللہ اور اس کے نظام سے اور اس کی قدرت سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مراد یہ ہے کہ جب خدا اور اس کے رسولؐ کے نظام سے ٹکراؤ گے تو نتیجہ جنگ نکلے گا اور اس وقت جو جنگ ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے اس کی ایک بڑی وجہ دنیا کا موجودہ سودی مالی نظام ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ تیسری عالمگیر جنگ کی اور بھی بہت سی وجوہات ہیں۔ بددیانتیاں ہیں جو ایک دوسرے سے ضرب کھاتی چلی جارہی ہیں اس کے نتیجہ میں جنگ قریب سے قریب آتی چلی جارہی ہے تاہم اس کی سب سے بڑی وجہ دنیا کا سودی مالی نظام ہے جو بنی نوع انسان کو جنگ کے قریب تر کئے چلا جارہا ہے۔ اور اقتصادی ماہرین اس بات کو دن بدن زیادہ محسوس کر رہے ہیں کہ یہ نظام خطرہ کی حد تک پہنچ چکا ہے (اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ورنہ میں بیان کر سکتا ہوں کہ یہ نظام کیوں تباہ کن ہے) اس لئے کہ اس نظام کے اندر لازماً وہ وجوہات موجود ہیں جس کے نتیجہ میں بالآخر اس نے خود ہی مٹ جانا ہے۔ جب یہ نظام

ان حدود تک پہنچتا ہے جہاں اس کو شق ہو جانا ہے جہاں اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں وہاں جنگیں نمودار ہوتی ہیں۔ پھر وہ قومیں جو لمبے عرصہ تک جس ذریعہ سے اور جس طاقت سے بھی ہو سکے دنیا میں لوٹ مار کر رہی ہوتی ہیں بالآخر جب وہ یہ دیکھتی ہیں کہ اب ہم میں لوٹ کھسوٹ کی مزید سکت نہیں رہی ہمارا مالی نظام Collapse یعنی دفعتہً ڈھیر ہو جانے والا ہے اور غربت ہمارے سامنے کھڑی ہے تو وہی وقت ہوتا ہے جب دنیا جنگوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ آپس میں بڑا سخت ٹکراؤ اور تصادم ہوتا ہے۔

اس معاملہ میں جماعت احمدیہ پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے ابھی اس میں وہ بہت پیچھے ہے۔ یہ درست ہے کہ اس وقت جماعت احمدیہ عالمی مالی نظام سے ٹکر لینے کی حیثیت میں نہیں ہے۔ سمندر کی لہروں میں اگر ایک قطرہ انتہائی طاقت کے ساتھ بھی پھینکا جائے تب بھی وہ بے چارہ لہروں کے رخ کو تو نہیں بدل سکتا اس لئے میں یہ تو نہیں کہتا کہ جماعت احمدیہ میں اس وقت یہ طاقت ہے کہ دنیا کے اقتصادی نظام کا رخ بدل دے لیکن یہ طاقت ضرور ہے کہ اپنے دائرۂ اثر کے اندر رہتے ہوئے جہاں تک ممکن ہے وہ اسلامی مالی نظام کو جاری کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی طرف میں آج آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ سودی روپے سے نفرت کرنے لگیں اور بہانے بنا کر اپنی تجارتوں اور کاروبار میں سودی روپے کو داخل نہ کریں۔ جہاں تک معاشرہ کی مجبوریوں کا تعلق ہے میں جانتا ہوں کہ تجارتی لین دین کرنے والا ہر احمدی کلیتہً سودی روپیہ (یعنی روپے پر سود دینے) سے بچ نہیں سکتا کیونکہ مالی نظام اس قسم کا بن چکا ہے کہ ایک احمدی تاجر کو بھی لازماً ایسے راستوں سے گزرنا پڑتا ہے ورنہ وہ تجارت میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر سودی کاروبار سے کلیتہً الگ ہو جائیں تو مروجہ مالی نظام میں رہتے ہوئے قومی طور پر تجارتی لحاظ سے گویا موت قبول کرنے کے مترادف ہے۔

اس مشکل کا حل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیش فرمایا ہے کہ جب تک ہم دنیا کے مالی نظام کو تبدیل نہیں کر پاتے ایک بات ہم بہرحال کر سکتے ہیں کہ جہاں بالکل مجبور ہو جائیں وہاں سود دے تو دیں لیکن خود سودی روپیہ سے استفادہ نہ کریں یعنی حرص کا پہلو ہمارے اندر پیدا نہ ہو۔ مجبوراً اگر اپنا مال چھوڑنا پڑے تو اس کے نتیجہ میں حرص تو پیدا نہیں ہوتی لیکن جب روپے کے بدلہ

میں روپے کی حرص پیدا ہو جائے تو ایسی سوسائٹی میں پھر اسلامی نظام نہیں چل سکتا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس باریک فرق کوملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا کہ جو احمدی تجار دنیا کے مالی نظام میں رہتے ہوئے سود دینے پر مجبور ہیں ان کے لئے یہ ترکیب ہے کہ اگر ان کے روپے پر کچھ سود ملے تو اس کے مقابل پر حساب میں وضع کر دیا کریں اور کوشش یہ کریں کہ سودی نظام سے نہ ان کو کچھ ملے اور نہ ان کو دینا پڑے لیکن اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو دینے والے تو بے شک بن جائیں لیکن سودی روپے پر ذاتی فائدہ اٹھانے والے نہ بنیں۔ اگر ان کو ایسا روپیہ ملتا ہے اور مجبوراً لینا پڑتا ہے یعنی لینے کی خواہش نہیں ہے اور نہ نیت ہے تو ان کی نیت کو پاک کرنے کی خاطر فرمایا تم پر خرچ نہ ہو خدا کے دین کے لئے خرچ کرو۔ یعنی سودی نظام کے برعکس نتائج پیدا کرنے کے لئے خرچ کرو۔ غریب کی ہمدردی پر خرچ کرو کیونکہ سود تو غریب کو لوٹنا چاہتا ہے اور اسے غریب سے غریب تر کرنا چاہتا ہے۔ غریب قوموں کو اور زیادہ بدتر حال میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اس لئے بالکل برعکس نتائج پیدا کرو گے تو اس سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ تھی حکمت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کی (اس معاملہ کے مختلف پہلو مقررہ کمیٹیوں اور مجلس افتا کے زیر غور ہیں جن کے نتائج کا بہت جلد اعلان کر دیا جائیگا) مگر آجکل میں یہ دیکھ رہا ہوں اور کئی مثالیں میرے سامنے آرہی ہیں کہ بجائے اس کے کہ احمدی سودی روپے کی حرص سے کلیتہً آزاد ہو جاتے اور وہ اس بات پر مجبور کر دیئے جاتے کہ وہ تجارت کی نئی نئی راہیں تلاش کریں اور دیانتداری ان کے اندر پنپے اور دیانتدار اور صاحب صلاحیت لوگ ان کی توجہ کا مرکز بنیں، جماعت کے بعض لوگ کئی بہانوں سے سودی روپے اور سودی حرص میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ایسے لوگ گو بہت تھوڑے ہیں جماعت کی بھاری اکثریت اللہ کے فضل سے پاک ہے لیکن ایک رو چل پڑی ہے جو انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ اس کو اگر بڑھنے دیا گیا تو پھر جماعت اس لائق نہیں رہے گی کہ دنیا کے مالی نظام کو تبدیل کر سکے۔

وہ رو یہ ہے کہ بعض لوگ اپنا روپیہ بعض تاجروں کو دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بتاؤ کتنے فیصدی منافع دو گے، ۱۵ فیصدی، ۲۰ فیصدی یا ۲۵ فیصدی؟ کتنا منافع دو گے؟ اور اپنے دل کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتے ہیں کہ ہم نے سود تو نہیں کھایا ہم نے تو منافع لیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کس کو دھوکہ دے رہے ہو؟ خدا کو دھوکہ دے رہے ہو؟ شرائط تو سودی ہیں اور نام تجارت رکھ لیا گیا ہے۔ جب تمہارے

ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے تو تم کو دکھ نہیں پہنچتا؟ کیا تم اس بات کو بھول جاتے ہو کہ ایک مسلمان کا غیر مسلم نام رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑا کرتا صرف معاشرہ میں ایک دکھ پیدا ہو جاتا ہے۔ نام بدلنے سے حقیقت کس طرح بدل جایا کرتی ہے۔ کسی درخت کو کتا کہہ دیں تو وہ درخت بھونکنا تو شروع نہیں کر دے گا۔ مچھلی کا نام سؤر رکھ دیں تو وہ حرام تو نہیں ہو جائے گی اور اسی طرح سؤر کا نام کوئی بہت اچھا تجویز کر دیں مثلاً اپنے گھر کا پلا ہوا مرغا کہنا شروع کر دیں تب بھی اس کا گوشت حرام کا حرام رہے گا اور اس کے اندر ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں ہوگی۔

پس قرآن کریم اس قسم کی جہالت کی توقع نہیں رکھتا کہ اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جائے یا انسان اپنے ضمیر کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے کہ سود کا نام بدل دے اور کہے یہ تجارت ہے اور اس کا مال گویا پاک ہو گیا ہے۔ حرام لازماً حرام رہے گا اور سود بہرحال سود رہے گا۔ یہ تو وہ شرطیں ہیں جو فیصلہ کریں گی کہ یہ سودی تجارت ہے یا غیر سودی تجارت ہے۔

چنانچہ ربوہ میں بھی میرے علم میں یہ باتیں آئی ہیں کہ بہت سے لوگ خود دوسروں تک پہنچ کر ان کو دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ ان سے کہتے ہیں کہ دیکھو ہم تمہیں ۲۵ فیصدی منافع دیں گے۔ تم ہمیں سرمایہ دے دو ہم تمہیں منافع دیں گے۔ ایسے لوگ اپنے نفسوں کو بھی دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں اور خدا کو بھی لیکن قرآن کریم فرماتا ہے وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ (البقرہ:۱۰) حقیقت یہی ہے کہ صرف وہ اپنے نفسوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ نہ خدا کو دھوکہ دے سکتے ہیں نہ خدا کی جماعت کو دھوکہ دے سکتے ہیں اس لئے آج کے بعد اس سودی کاروبار کو کلیتہً ختم ہو جانا چاہئے۔ یہ اسلام کے اقتصادی نظام سے مذاق کیا جا رہا ہے اور جماعت کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ جس جماعت نے دنیا کا مالی نظام بدلنا تھا اگر وہ خود ہلاکتوں کا شکار ہو جائے تو کس طرح وہ دنیا میں تبدیلی لا سکتی ہے۔

ع چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

اگر خدانخواستہ جماعت احمدیہ پر ہی سودی نظام وار کر گیا اور جماعت اس کے قبضہ میں چلی گئی تو پھر کس طرح سر اٹھا کر یہ دنیا میں اعلان کرے گی کہ ہم تمہاری تقدیر بدلنے کے لئے آئے ہیں تمہاری حیات نو ہم سے وابستہ ہے۔ وہ کہیں گے کہ تم تو خود ہلاک ہو چکے ہو، تم تو خود سود کا شکار ہو بیٹھے ہو، تم کس طرح دنیا کو تبدیل کرو گے؟

غرض وہ لوگ جو اس قسم کے لین دین میں روپیہ دے چکے ہیں ان سے میں کہتا ہوں کہ منافع کے نام پر ایک آنہ بھی لینا ان پر حرام ہے اور وہ لوگ جو اس قسم کی تجارتیں کر رہے ہیں وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ میں ان سے بھی یہ کہتا ہوں کہ عالمی مالی نظام کی مجبوری کے نتیجہ میں بینکوں کی معرفت پہلے سے جو گندگی موجود ہے اور اس میں ملوث ہونے میں ہم کسی حد تک مجبور ہیں وہ کام آپ بے شک کریں لیکن تقویٰ کے ساتھ ڈرتے ڈرتے، خدا کا خوف کھاتے ہوئے کریں اور حتی المقدور سود سے بچنے کی کوشش کریں لیکن جماعت کو گندہ نہ کریں۔ اگر وہ احمدیوں کے پاس جائیں گے تو پیسے کا اور زیادہ لالچ دے کر ان کو خراب کر دیں گے خواہ دیانتداری سے ایسا کریں تب بھی وہ جماعت کے لوگوں کو گندہ کر رہے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن کریم کا یہ اعلان ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اس میں ایک اور رنگ میں تنبیہ کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم سودی کاروبار سے باز نہیں آؤ گے تو پھر تم اللہ سے ٹکر لو گے تو خدا تمہیں سزا دے گا۔ تمہارے روپوں میں برکت نہیں رہے گی۔ تمہاری خوشیاں چھین لی جائیں گی۔ اگر ایک مومن ایسی حرکتیں کرتا ہے تو پھر جنگ کے معنی بدل جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ بہت اچھا، تم خدا سے ٹکر لیتے ہو تو پھر خدا کی طرف عقوبت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم کس طرح زبردستی امیر ہو جاؤ گے اور زبردستی خدا کے نظام کو نظر انداز کر کے تمہاری دولتیں کیونکر خوشیاں پہنچا سکیں گی۔ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ بہت اچھا! تم خدا کے نظام سے ٹکر لو خدا تمہیں سزا دیگا اور تمہارے روپوں کی برکتیں چھین لے گا اور تمہارے گھروں کی خوشیاں نوچی جائیں گی، تمہاری اولادوں کی برکتیں اٹھ جائیں گی اور تم زبردستی خدا سے کچھ بھی نہیں لے سکتے۔ اللہ تعالیٰ بڑا رؤوف اور رحیم ہے۔ فرماتا ہے جو ہو چکا سو ہو چکا اب ہم تمہیں توبہ کی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ سود دینے والوں کو کہتا ہے وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ تم توبہ کرو تو ہم یہ نہیں کہتے کہ تمہارا روپیہ اب واپس نہیں آئے گا اور روپے کے اب تم حق دار نہیں رہے، تم پہلے سود کھا بیٹھے ہو کئی قسم کے فائدے اٹھا چکے ہو اس لئے روپیہ اب تمہارا نہیں رہا۔ فرماتا ہے ہم یہ سزا تمہیں نہیں دیتے اس کی معافی دے دیتے ہیں آج کے بعد جو تمہارا اصل زر ہے وہ تم واپس لینے کا حق رکھتے ہو لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ جب تم توبہ کر بیٹھے ہو تو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا اور نہ تم ظلم

کرنے والے بنو گے۔اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب یہ روپیہ فوری طور پر تو واپس نہیں ہو سکے گا۔ پھر کیا انتظام چلنا چاہئے۔فرمایا تمہیں مہلت دینی پڑے گی جن لوگوں کے پاس تم نے تجارت پر روپیہ لگایا ہوا تھا ان پر تم یہ احسان کرو کہ وہ تمہیں سود دینا بند کر دیں اور یہ بھی احسان کرو کہ ان کو کچھ مہلت دو جس میں وہ روپیہ واپس کریں اور وہ کامل دیانتداری اور تقویٰ کے ساتھ جلد از جلد لوگوں کا سرمایہ واپس کرنے کی کوشش کریں اور اگر واپس نہیں کرتے یا نہیں کر سکتے تو تجارتی اغراض سے سمجھوتہ کریں۔اگر وہ تجارتی غرض سے روپیہ لگانا چاہتے ہیں تو اس کا راستہ تو کھلا ہے پھر وہ اسلامی شریعت کے مطابق نیا سمجھوتہ کریں اور نفع و نقصان میں برابر کے شریک ہوں تو پھر اس روپے کا استعمال جائز ہو جائے گا۔

پس یہی وہ دو طریق ہیں جو کھلے ہوئے ہیں باقی رہا یہ کہ اس نظام کی نشوونما میں کیا ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ان کے متعلق جماعت کی طرف سے بعض کمیٹیاں بٹھائی گئی ہیں۔علاوہ ازیں میں جماعت کو ایک صلائے عام بھی دیتا ہوں کہ اس مختصر مضمون کی روشنی میں جماعت کے اہل فکر دوست جو تجارتی ملکہ رکھتے ہیں اور ان کو ان باتوں کی سمجھ ہے ان کو چاہئے کہ وہ جماعت کو مشورہ دیں کہ جب سود پر روپیہ نہیں لگانا اور سود پر حتی المقدور روپیہ نہیں لینا تو پھر احمدی احباب کے لئے تجارت کے کون سے راستے باقی رہ جاتے ہیں اور کس طرح جماعت اندرونی طور پر کوئی ایسا نظام جاری کرے کہ دنیا کو دکھا دے اور لوگوں کو بتادے کہ اسلام کا اقتصادی نظام خدا تعالیٰ کے رحمت والے حصہ کے علاوہ دنیا کے قانون کے لحاظ سے بھی پنپنے اور نشوونما پانے کی بہتر حیثیت رکھتا ہے۔اس پر اہل علم بھی غور کریں اور اہل تجربہ بھی غور کریں اور جہاں تک ممکن ہو اپنی تجاویز پورے غور اور فکر کے ساتھ مجھے بھجوائیں تا کہ وہ کمیٹیاں جو ان باتوں پر غور کر رہی ہیں ان کو وہ بھجوا دی جائیں اور وہ ان کو زیر غور لائیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرمائے ،ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بخشے۔میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ آپ خدا کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں وہ تو ایک ایسا سودا ہے جس میں آپ کو فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ خدا اپنے فضل سے ہمارے گھر برکتوں سے بھرتا رہا ہے اور بھر رہا ہے اور بھرے گا۔ جو لوگ اللہ کے نظام سے محبت کرتے ہیں وہ ان لوگوں سے بھی محبت کرتے ہیں جو خدا کے نظام کے لئے قربانیاں پیش کرتے ہیں اور ان کے دلوں سے خود بخود ایسے پیار

سے دعائیں اٹھتی ہیں کہ ناممکن ہے وہ نامقبول ہو جائیں اس لئے احباب جماعت میں ایک بڑی کثرت ایسے لوگوں کی ہے جو خدا کی راہ میں قربانی کرنے والوں کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ ''الفضل'' میں جماعتی یا انفرادی قربانی کا کوئی واقعہ پڑھتے ہیں تو وہ بے اختیار خدا کے حضور جھکتے اور ان لوگوں کے لئے دعائیں شروع کر دیتے ہیں۔

غرض دعا کا یہ نظام ایک زائد فضل کی صورت میں جاری ہے۔ یہ نظام بھی ان کی مدد کر رہا ہے اس لئے ان کے لئے تو کسی قسم کے خوف کا کوئی سوال ہی نہیں۔ جو روپیہ بچ جائے گا اگر وہ سود پر نہیں لگائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی برکت کا ایک پاکیزہ نظام انہیں میسر آئے گا جو عام دنیاوی نظام سے کہیں بالا اور بہتر ہے لیکن اگر آپ ان سب باتوں کو بھی چھوڑ دیں تب بھی میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسلام کا اقتصادی نظام دنیا کے قانون کے مطابق بھی زیادہ پنپنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ لازماً غالب آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

پس جماعت احمدیہ کو چاہئے کہ وہ توکل کے ساتھ اور تقویٰ کے ساتھ اس پر عمل تو کر کے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲/ جون ۱۹۸۳ء)